دینی مدارس اور حکومتی عزائم

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب، صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

حامداً و مصلیاً

وطن عزیز پاکستان کی تشویشناک صورت حال پر ہر حساس مسلمان پریشان ہے، ۱۱ ستمبر کے بعد پاکستان کے مقتدر طبقے نے اپنی بنیادی اور نظریاتی پالیسیوں میں جو تبدیلیاں کی ہیں، وہ اب رنگ دکھارہی ہیں، عاقبت نااندیش حکمرانوں نے ایک طرف تو افغانستان میں پاکستان کی گزشتہ ۲۳ سالہ طویل ترجدوجہد کو بیک جنبش قلم رائیگاں بناکر افغانستان کے ساتھ لگی اپنی ۲۲ سو کلومیٹر پر مشتمل سرحد کو غیر محفوظ کردیا اور دوسری طرف پاکستان کی نظریاتی بنیادوں کو کھوکھلا کر کے ملک کو ایک سیکولر اسٹیٹ بنانے والوں کے لیے راہ ہموار کی، امارت اسلامیہ افغانستان کو ختم کرنے کے بعد اب پاکستان کے دینی مدارس، دشمن لادین قوتوں کا سب سے بڑا ہدف ہیں اور انہوں نے اپنے تمام تیروں کا رخ ان اداروں کی طرف موڑ دیا ہے، بدقسمتی سے ملک کے لادین حکمران پوری فراخ دلی کے ساتھ کافر طاقتوں کا ساتھ دینے پر آمادہ ہیں، چنانچہ علماء اور مدارس کے ذمہ داروں کو اعتماد میں لیے بغیر دینی مدارس کی آزادی کو سلب کر کے انہیں اپنے کنٹرول میں لینے کے لیے ایک آرڈیننس نافذ کردیا گیا ہے۔ بیرونی قوتوں اور ملک کے ایک لادین طبقے کی یہ عرصہ سے خواہش ہے کہ ان آزاد دینی اداروں کا یا تو سرے سے وجود ہی ختم کیا جائے اور یا پھر انہیں بالکل غیر مؤثر اور بانجھ بنادیا جائے اور یہ مقصد صرف اسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے جب ان آزاد دینی مدارس کی رگ جان کو پنجہ حکومت کی تحویل میں دے دیا جائے۔

پاکستان کی سابقہ اور موجودہ حکومت نے میدان تعلیم میں جو "قابل رشک" اور "شان دار" کارکردگی دکھائی ہے وہ سب کے سامنے ہے، ان سرکاری اسکولوں کی جو حالت زار ہے، اس کا مشاہدہ ایک عام آدمی انتخابات کے موقع پر ووٹ ڈالتے ہوئے کرسکتا ہے، وہاں کی دیواروں، چھتوں، میزوں اور صفائی ستھرائی کی حالت دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ برسوں یہاں ویرانہ رہا ہے، اخبارات میں وقتاً فوقتاً ایسے اسکولوں کی خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں جہاں اساتذہ اور عملہ تو ہے، سرکاری خزانے سے انہیں باقاعدہ ہر ماہ تنخواہیں بھی دی جارہی ہیں لیکن وہاں طلبہ کا وجود نہیں، کئی اسکولوں میں طلبہ ہیں، تو اساتذہ غائب اور اگر کہیں دونوں ہیں تو تعلیم کا معیار انتہائی ناقص، اسلامیات کے لیے کئی اسکولوں میں اس استاذ کا تقرر کردیا جاتا ہے جسے نماز بھی صحیح نہیں آتی، یہ عصری اسکولوں کا وہ نظام ہے جس پر حکومت ہر سال کروڑوں روپے خرچ کررہی ہے۔ بلاشبہ بعض علاقوں میں سختی اور نگرانی یا دیانت دار عملے کی وجہ سے کچھ سرکاری اسکول عمدہ تعلیمی کارکردگی کے بھی حامل ہیں لیکن ہم یہاں مجموعی صورت حال کی بات کررہے ہیں۔ حکومتی نظام تعلیم کی اس ناقص کارکردگی کی بناء پر عوام کے اندر سرکاری اسکولوں میں بچے داخل کرانے کا رجحان بالکل ناپید ہورہا ہے، مجبوری کی بات دوسری ہے لیکن اگر کسی کے پاس مالی وسائل ہیں تو وہ پرائیوٹ اداروں ہی میں اپنے بچے داخل کرانے کو ترجیح دیتے ہیں۔

پھر حکومت کی طرف سے ان نجی پرائیوٹ اداروں، اسکولوں پر کوئی قدغن نہیں، وہ اپنے نظام تعلیم اور نصاب تعلیم میں مکمل آزاد اور خود مختار ہیں۔ اس وقت ملک میں تقریباً دو لاکھ اس طرح کے اسکول قائم ہیں، عام کمرشل اداروں کے برعکس پانی، بجلی، گیس اور دوسری سہولیات میں ان کے ساتھ گھریلو صارفین والی خصوصی رعایت روا رکھی گئی ہے۔

دو سوال

اب یہاں آکر ایک سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو حکومت شرمناک حد تک اپنے خستہ نظام تعلیم کو درست نہیں کر سکتی، اسے دینی مدارس کی اصلاح کی اتنی زیادہ فکر کیوں ہو رہی ہے؟ جس حکومت کے پاس سرکاری اسکولوں اور اداروں سے ہر سال تیار ہونے والی بیروزگاروں کی فوج ظفر موج کو کھپانے کے لیے کوئی ایجنڈا اور منصوبہ نہیں، اسے دینی مدارس کے فضلاء کو عزت کا روزگار فراہم کرنے کا غم کیوں کھائے جا رہا ہے۔

دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ملک میں موجود دو لاکھ کے قریب عصری پرائیوٹ تعلیمی اداروں کو نصاب و نظام میں تو کھلی چھوٹ اور مکمل آزادی دی گئی ہے، چاہے ان اداروں میں مسلمان بچوں کو اسلامی تعلیمات کے بالکل برعکس ایسی تعلیم کیوں نہ دی جا رہی ہو جس میں انہیں اپنے تہذیبی ورثے سے نہ صرف بے خبر رکھا جاتا ہے بلکہ اس کے متعلق ان کے دل میں احساس کمتری کی وبا پھیلا دی جاتی ہے، ان زہریلے اداروں سے اگر کوئی نکلتا ہے اور اس کے دل میں دیندار مسلمانوں، علماء اور پاکستان کی نظریاتی اساس سے دشمنی کا زہر بھرا ہوتا ہے تو اسے نہ فرقہ واریت کہا جاتا ہے اور نہ ہی اس پر انتہا پسندی کی پھبتی کسی جاتی ہے...... ان اداروں کو ہر قسم کی گرفت سے بالکل آزاد چھوڑ کر اسلامی نظریات کے محافظ دینی مدارس کی اصلاح کے لیے مختلف عنوانات تلاش کر کے حکومت کا بے تاب ہونا در اصل کسی اور رخ کا پتہ دے رہا ہے۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ تعلیمی نقطہ نظر سے کوئی بھی نصاب و نظام ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس میں کسی قسم کی تبدیلی اور اصلاح کی گنجائش نہ ہو، یقیناً ہر نصاب و نظام میں ضروریات زمانہ کے پیش نظر تبدیلی اور اصلاح کی گنجائش باقی رہتی ہے، دینی مدارس کا نصاب و نظام بھی اس کلیے قاعدے سے مستثنیٰ نہیں، لیکن دینی مدارس کے منتظمین اور ذمہ دار ان اصلاحی تبدیلیوں سے کبھی بے فکر نہیں رہے اور الحمدللہ یہ ذمہ دار علماء زمانے کی ضروریات اور تقاضوں سے بھی بخوبی واقف ہیں، انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ دنیا میں اس وقت کیا انقلابات رونما ہو رہے ہیں؟ کیا نظریات ترقی پا رہے ہیں؟ اسلام کے خلاف کیا سازشیں تیار ہو رہی ہیں؟ ایک عالم دین کے پاس ان فتنوں، ان سازشوں اور ان تحریکوں کے مقابلے کے لیے اہلیت واستعداد کا کون سا ہتھیار ہونا چاہیے؟ آخر آکسفرڈ و کیمبرج اور دوسرے عصری اداروں سے پڑھ کر نکلنے والوں کو یہ غلط فہمی کیوں ہے کہ معاصر دنیا سے صرف ان ہی کو واقفیت ہے اور بوریا نشین علماء اس سے یکسر بے خبر ہیں؟ صرف "وفاق المدارس العربیہ" کی مجلس عاملہ میں شامل علماء کی فہرست پر ایک نظر ڈال کر دیکھیں تو آپ کو خود اندازہ ہو جائے گا کہ اس میں شامل اہل علم عصری تقاضوں سے باخبر ممتاز علماء کی جماعت کا ہے اور نصاب و نظام کے حوالے سے ان کی باہمی مشاورت مستقل جاری رہتی ہے۔

لیکن اگر کوئی چاہتا ہے کہ دینی مدارس کا مفید اور آزمودہ نصاب تعلیم کو یکسر ختم کر کے حکومت کے بے دین کارندوں کے متعین کردہ نصاب کے لیے دینی مدارس کو تختۂ مشق بنایا جائے تو ظاہر ہے اس پر آمادہ ہونا ہمارے لیے ممکن نہیں۔ یہ وہ حکومتی کارندے ہیں جو دینی مدارس کی اہمیت، وہاں کے نصاب تعلیم، نظام تعلیم کی افادیت سے سرے سے واقف ہی نہیں، اوروں کو تو چھوڑیے ہم نے جب ایک ملاقات

میں خود صدر جنرل پرویز مشرف صاحب سے پوچھا کہ آپ زندگی بھر کسی مدرسے میں گئے ہیں؟ تو انہوں نے نفی میں جواب دیا، اب جس شخص نے پوری زندگی کسی مدرسے میں قدم نہ رکھا ہو، وہ ان دینی اداروں کے نظام ونصاب میں تبدیلیوں کا آخر کیا حق رکھتا ہے۔

ایک زبردست سازش

ایک طرف دینی مدارس میں مداخلت، ان کو بے دست وپا اور غیر مؤثر بنانے کے لیے یہ حکومتی کوششیں زوروں پر ہیں اور دوسری طرف افواج پاکستان اور دیندار مذہبی طبقے میں منافرت اور دوری پیدا کرنے کے منصوبے پر برق رفتاری سے عمل شروع ہے، قبائل میں پاکستانی فوج اور تاجکستانی مجاہدین کے درمیان ایک جھڑپ کرائی جاچکی ہے جس میں پاکستانی فوج کے دس افراد مارے گئے۔

وزارت داخلہ کی طرف سے ابھی حال ہی میں ایک اشتہار شائع ہوا، اس اشتہار میں اسامہ بن لادن، ایمن الظواہری اور ان کے ساتھیوں کی تصویریں دی گئی ہیں اور انہیں قرآن کریم کی آیات سے غلط استدلال کر کے خطرناک مذہبی دہشت گرد کہا گیا، یہ ایک الگ سوال ہے کہ یہی دہشت گرد چند سال قبل امریکہ اور اس کی اتباع میں پاکستانی حکمرانوں کے ہاں عظیم مجاہد کیسے تھے؟ یہاں جس بات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانی ہے، وہ یہ کہ اس اشتہار کے آخر میں لکھا ہے کہ "ان اشخاص کے متعلق اطلاع ان فون نمبروں پر دیں، فوجی آفیسر کال اٹینڈ کریں گے"...... "فوجی آفیسر کال اٹینڈ کریں گے" اس جملے کی آخر کیوں ضرورت پیش آئی، درحقیقت "القاعدہ" اور امریکہ کی جنگ میں، امریکہ افواج پاکستان کو "القاعدہ" کے مقابلہ میں لا رہا ہے اور پاکستان کی وزارت داخلہ سدھائے ہوئے گھوڑے کی طرح ہلاکت کی اس کھائی کی طرف سرپٹ دوڑ رہی ہے۔

سوچنے کا مقام یہ ہے کہ اپنی خودداری، قومی غیرت اور ذاتی تشخص کو پامال کر کے امریکہ کا ساتھ دینے سے آخر پاکستان کو کیا حاصل ہوا؟ کیا اس کے نتیجے میں پاکستان کو معاشی خوش حالی نصیب ہوئی؟ بیرون قرضوں سے نجات ملی؟ مسئلہ کشمیر کے حل میں پیش رفت ہوئی؟ عالم اسلام اور دنیا کی قوموں میں پاکستان اور پاکستانیوں کا مورال بلند ہوا؟ امن وامان کے حوالے سے سکھ اور چین نصیب ہوا؟ انڈیا کے بجائے پاکستان پر امریکہ کی عنایتیں بڑھیں؟......

اگر ان سب سوالات کا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو ہمارے حکمرانوں کو مزید آگے بڑھنے سے پہلے ایک بار پوری سنجیدگی کے ساتھ ضرور سوچ لینا چاہیے کہ کیا ان کے لیے اسی سابقہ غلط روش پر چلتے ہوئے امریکی مفادات کے لیے مجاہدین اسلام و علماء اور دین دار مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کرنا چاہیے یا پھر پاکستان اور پاکستانی قوم کے مفادات کا خیال رکھ کر اپنے سابقہ غلط لائحہ عمل میں تبدیلی لانی چاہیے، اللہ تعالیٰ صاحب اقتدار طبقے کو راہ حق کی پہچان عطا فرمائے اور اسے ایسے فیصلوں کی توفیق عطا فرمائے جو ملک وملت کے حق میں مفید ہوں۔ آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

☆☆☆